

316113 - مینجر کی جانب سے معمول کے مطابق کمیشن نہیں دیا جاتا، تو کیا چیزوں کی قیمت زیادہ کر کے اپنا کمیشن پورا کر سکتا ہے؟

سوال

عرف عام میں متداول کمیشن کمپنی کی جانب سے مجھے نہیں دیا جاتا، مینجر کی طرف سے کمیشن کی مقدار کم کر دی جاتی ہے تا کہ سال کے آخر میں خود ہی لے لے، تو کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ صارفین کو اشیا بیچتے ہوئے ریٹ زیادہ کر دوں اور کسی کو پتا لگے بغیر میں خود اضافی رقم رکھ لوں اور کمیشن پورا کر لوں، یہ واضح رہے کہ میں بڑے بڑے سودے کرتا ہوں اور اس کے لیے محنت بھی خوب کرتا ہوں۔

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

ملازم چیزوں کو فروخت کر کے جو کمیشن وغیرہ لیتا ہے وہ دو طرفہ متفقہ ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ اس کمیشن کو بھی تنخواہ کا حصہ مانا جاتا ہے، نیز یہ بھی ہے کہ اگر کمیشن کی مقدار متفقہ نہ ہو تو اس سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

نیز کسی بھی کمپنی کے لیے یہ لازمی نہیں ہے کہ اپنے ملازمین کو عرف عام کے مطابق کمیشن دے، کمیشن باہمی اتفاق کے مطابق دیا جاتا ہے اس لیے یہ عرف سے کم بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی اور اس کے مطابق بھی۔

اس لیے آپ کمپنی کے مینجر سے رابطہ کریں اور کمیشن کی مقدار میں باہمی معاہدہ کریں، معاہدے کے بعد آپ اپنی محنت کے مطابق کمیشن کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

دوم:

کسی بھی چیز کو فروخت کے لیے مقرر کیے جانے والے نمائندے کو اس چیز کی قیمت میں اضافہ کرنے کی اجازت اسی وقت ہو گی جب موکل قیمت بڑھانے کی اجازت دے؛ کیونکہ نمائندہ اور وکیل اپنے موکل کی ہدایات کے پابند ہوتے ہیں۔

نہ ہی نمائندے کے لیے یہ جائز ہے کہ قیمت میں اضافہ کر دے اور زائد رقم خود رکھ لے، یہ خیانت میں شمار ہو گا، نیز باطل طریقے سے مال ہڑپ کرنے کے زمرے میں آئے گا، بلکہ جتنا بھی نفع ہو وہ سارے کا سارا موکل کا ہی ہو گا، نمائندے اور وکیل کو صرف اتنا ہی ملے گا جس پر اتفاق ہوا ہے۔

دائمى فتوى كميٲى كے علمائے كرام سے پوچھا گيا:

"ايك آدمى كسى كا سامان تجارت فروخت كرتا ہے؛ يعنى موكل اسے بيچنے كے ليے سامان تجارت ديتا ہے تو يہ وكيل اور نمائندہ اسے فروخت كرتے ہوئے اس كى قيمت ميں اضافہ كر ديتا ہے اور اس اضافى رقم كو اپنى جيب ميں ڈالتا ہے، تو كيا يہ سود ميں آئے گا؟ اور اس كا حكم كيا ہے؟"

تو انہوں نے جواب ديا:

"سامان تجارت فروخت كرنے والا اس شخص كا نمائندہ اور وكيل ہے، اور اس كو سامان تجارت كے ساتھ ساتھ اس سامان كى قيمت پر بھى امين بنايا گيا ہے، لہذا اگر وہ اس سامان كى قيمت ميں سے كچھ بھى مالك كى اجازت كے بغير ركھتا ہے تو يہ شخص امانت ميں خيانت كا مرتكب ہوتا ہے، جو كچھ بھى وہ اس انداز سے لے رہا ہے وہ حرام مال ہے۔" ختم شد

"فتاوى اللجنة الدائمة" (14/274)

سوم:

جب صريح لفظوں ميں كميٲن كى مقدار پر اتفاق ہو جائے اور پھر كميٲنى اپنے ملازمين كو متفقہ كميٲن نہ دے، اور اس استحقاقى كميٲن كو حاصل كرنے كے ليے كوئى جائز وسيلہ بھى نہ ملے، پھر اس كميٲنى كا مال اسے كہيں سے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس مال ميں سے اپنا حقيقى كميٲن لے سكتا ہے، اس كو علمائے كرام كے ہاں "مسئلہ ظفر" كہا جاتا ہے۔

ليكن يہ بالكل بھى جائز نہيں ہے كہ آپ سامان كى قيمت زيادہ كر ديں؛ كيونكہ يہ بات تو كسى كى نمائندگى اور وكالت كے بالكل خلاف ہے، بلكہ يہ واضح زيادتى بھى ہے، اور ہم نے جو بات كى ہے وہ ايسى صورت ميں ہے كہ آپ كو كميٲنى كى رقم كہيں سے مل جائے مثلاً: كميٲنى كے گاہكوں سے آپ كميٲنى كى رقوم ليں [اور ان ميں سے اپنے حق كے برابر خود ركھ ليں] كہ طريقہ ايسا ہو كہ آپ پر كسى قسم كى خرد برد كا الزام بھى نہ لگے، اور نہ ہی آپ كو اس كى وجہ سے سزا ملنے كا خدشہ ہو، پہلے بيان كردہ "مسئلہ ظفر" ميں فقہائے كرام يہ شرط بھى لگاتے ہيں۔

واللہ اعلم